مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

علماء ہند کے شاندار ماضی کے ترجمانؒ

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری کی جامعہ حقانیہ آمد اور ملاقات

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا استقبالیہ اور ڈاکٹر صاحب کا جوابی خطاب

جناب ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری کے نام سے کون واقف نہیں۔ آپ ایک ادیب' مؤرخ' سکالر' پروفیسر اور استاد اور الغرض بے شمار خوبیوں سے آراستہ اور متعدد کمالات سے متصف ہیں؟ زمانہ طالب علمی سے استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ سے نام سنا کرتا تھا۔ آپ ان کے کتابوں کا ذکر فرماتے، لاشعوری کے اس دور میں احقر نے حضرت الاستاد کی تحریک پر آپ کی دو کتابیں ''مفتی کفایت اللہ ایک سیاسی مطالعہ'' اور ''شیخ الہند ایک سیاسی مطالعہ'' خریدیں اور پڑھیں۔ بس پھر کیا تھا ڈاکٹر ابو سلمان کے نام سے عشق ہوگیا جو بھی کتاب سامنے آتی خریدتا۔ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت پر تو آپ کی کتابیں بے شمار ہیں۔ ملاقات کی آرزو تھی۔ کئی مرتبہ کراچی کا سفر کیا اور ہر مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان سے ملنے کی تمنا ہوتی مگر کبھی کراچی بالخصوص جہاں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں' کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے اور کبھی اپنی مصروفیات کی وجہ سے تمنا' تمنا ہی رہی۔

پرسوں ترسوں استاذِ محترم حضرت حقانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: ''ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری تشریف لا رہے ہیں''۔ احقر نے پوچھا: ''استاد جی! کہاں تشریف لا رہے ہیں؟'' فرمایا: مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ ابوہریرہ آرہے ہیں۔ ان کا فون بھی آیا ہے اور خط بھی۔

بس کیا بتاؤں مجھے کتنی خوشی ہوئی اور کیوں نہ ہو برسوں کی تمنا پوری ہو رہی تھی۔ فوراً پوچھا: ''استاد جی! کب آرہے ہیں؟'' فرمایا: وہ کل آنے والے تھے مگر کل جمعہ کے دن چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس میں جانا ہے، اس لئے ہفتہ کے دن یہاں تشریف لائیں گے۔ جمعرات' جمعہ یہ اڑتالیس (۴۸) گھنٹے کا انتظار بہت مشکل تھا۔ بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو تھیں کہ استاذِ محترم نے بلا کر فرمایا کہ: ''چلو دارالعلوم حقانیہ جانا ہے''۔ پوچھا: ''استاد جی! کیوں ڈاکٹر صاحب نہیں آرہے؟'' فرمایا: ''وہی تو ہے انہیں لینے کے لئے تو جا رہے ہیں''۔ بس دارالعلوم پہنچنے تک ڈاکٹر صاحب کی عجیب وغریب تصویریں ذہن میں بنائے۔ دارالعلوم پہنچے، ابھی دفترِ اہتمام ہی جا رہے تھے کہ جناب الحاج محمد شفیق الدین صاحب نے ''رسائل وجرائد کے دفتر'' سے آواز دی، ''حقانی صاحب! مہمان یہاں ''رسائل وجرائد

کے دفتر'' میں ہیں۔ڈاکٹر صاحب حضرت حقانی صاحب سے گلے ملے۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو بچھڑے عزیزوں کے درمیان ملاقات ہو۔حقانی صاحب نے فرمایا: ''اللہ نے آپ سے بہت کام لیا ہے''۔آپ کی کتابیں دیکھتے رہے اور سیکھتے رہے۔ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''آپ کا حسنِ ظن ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور خاتمہ بالخیر ہوں''۔

ڈاکٹر صاحب کو مولانا راشد الحق سمیع' جناب محمد شفیق الدین صاحب دارالعلوم حقانیہ کے تمام شعبہ جات' رسائل و جرائد' کمپیوٹر لیب' دارالافتاء' درسگاہیں' دفتر الحق' دفتر مؤتمر المصنفین اور طلبا کے دارالاقاموں اور احاطوں کا معائنہ کراتے رہے۔ڈاکٹر صاحب بہت خوش تھے،فرمایا: ''ہم تو سمجھتے تھے کہ یہاں صرف درس و تدریس ہوتا ہے، بلکہ یہاں تو یونیورسٹیوں سے بھی اعلیٰ نظام ہے''۔

دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبے دیکھنے کے بعد دفتر اہتمام لے گئے۔یہاں آ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ابو سلمان صاحب کل عصر کے وقت استادِ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی ملاقات کے لئے پہلی مرتبہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور عصر سے رات گئے تک حضرت مولانا کے دولت کدہ پر علمی' ادبی اور تاریخی نوعیت کی نشست ہوئی۔نوجوان اساتذہ' اہلِ قلم علماء' باذوق طلبا اور فضلا شریک رہے۔حضرت استادِ مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہٗ گزشتہ دو ہفتوں سے شدید علالت کے باوصف مہمان کے ساتھ مصروفِ گفتگو رہے۔پُر تکلف عشائیہ دیا اور دوسرے روز بھی تمام دن مہمان کے ساتھ مصروف گزارا۔علمی' ادبی' قلمی ذوق اور تاریخی شوق کے پیشِ نظر اپنے مہمان کا مکمل اکرام کیا اور آخر وقت عصر سے قبل جامعہ ابوہریرہ سے رخصت ہونے تک ساتھ رہے۔ڈاکٹر صاحب سے علمی' ادبی اور تاریخی گفتگو نے حضرت مولانا کی بیماری کو ختم کر دیا۔تب سے اب تک وہ پھر اپنی معمول کی زندگی اور درس و تدریس' علم وافادہ اور اسفار میں مصروفِ کار ہو گئے۔

دفتر میں حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی مدیر ماہنامہ ''الحق'' نے ڈاکٹر صاحب سے استفسار فرمایا: حضرت آپ نے تنِ تنہا اتنا بڑا کام کیسے کیا؟ اپنے مختصر حالات بھی ذکر فرما دیں۔

ڈاکٹر صاحب: میرا اصل نام تصدق حسین خان ہے۔میں نے اتنا کام کیسے کیا؟ بس اللہ کے فضل و کرم سے، البتہ اتنا بتا دوں کہ میں کسی کی غمی' خوشی میں شریک نہ ہوا، نہ کسی کو دعوت دی اور نہ کسی کی دعوت میں گیا۔۱۹۵۰ء میں پاکستان آیا، چھ آٹھ مہینے بڑی تکلیف میں گزارے،لاڑکانہ میں کچھ عزیز تھے، وہاں بھیجا گیا، وہاں سے دادو گیا، مگر ذریعۂ معاش میسر نہ ہو سکا۔نواب شاہ میں ایک عزیز مدرسہ میں ملازمت کرتے تھے۔ان کی مردان میں کچھ زمین نکل آئی تو وہ وہاں جانا چاہتے تھے میں وہاں پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ آپ اپنی جگہ مجھے رکھ لیں۔چنانچہ نواب شاہ میں میرا تقرر ہو گیا۔میں نے الحمدللہ! حفظ بھی کیا ہے۔وہاں سات سال گزارے۔۵۱ روپے تنخواہ تھی۔پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان دیا۔۱۹۶۲ء میں میٹرک کیا۔انٹر، بی اے اور ایم اے کے امتحانات دیئے۔اس کے بعد

''انجمن ترقی اردو'' میں تقرری ہوئی۔

میرے چچا عبدالہادی خان مولانا مفتی کفایت اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے وہ میرے مربی تھے، انکے ہاں کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس دور میں عبداللہ بٹ کے مضامین' سلطان ٹیپو' شاہ عبدالعزیز کی کتابیں اور دیگر کتابیں پڑھتا۔ اسی طرح میرے دادا حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مریدوں میں سے تھے۔ نانا بھی عالمِ دین تھے۔ غرض اچھا خاصا دینی ماحول میسر تھا۔ نانا جی کے پاس بھی کتابوں کا خزینہ تھا۔ نانا کی وفات کے بعد ماموں نے فرمایا: یہ ساری کتابیں دینی مدرسہ میں دے آؤ۔ میں نے عربی کتابیں تو مدرسہ میں دے دیں اور اردو کتابیں گھر لے آیا۔ ماموں جان حضرت شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ شاہ عبدالعزیزؒ کا تذکرہ نہایت عقیدت سے فرماتے تھے۔

جب میری شادی ہوگئی اور ہم پاکستان ہجرت کرنا چاہتے تھے تو سسرال والوں نے کہا: سامان لیتے جاؤ، میں نے دو جوڑے کپڑے نہیں لیے مگر ساری کتابیں جو دو صندوقوں میں تھیں ساتھ لے آیا۔ پانچ میل کا ریگستانی سفر پیدل طے کیا۔ اتنے طویل سفر کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا تھا۔ غرض بہت مشقت کے ساتھ کتابیں لایا۔ میں اس وقت ان میں سے اکثر کتابوں کو نہیں سمجھتا تھا، مگر جوں ہی مطالعہ وسیع ہوتا گیا کتابیں سمجھ میں آتی رہیں۔ یہ کتابیں ۱۹۸۶ء تک میرے پاس رہیں۔ علی گڑھ کالونی کراچی میں پٹھانوں اور ایم کیو ایم کے جھگڑوں اور فساد میں جب میرے مکان جو پٹرول پمپ کے قریب تھا آگ لگائی گئی تو ساری کتابیں جل گئیں۔

ڈاکٹر صاحب داستانِ حیات ذکر فرما رہے تھے کہ استادی واستاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ تشریف لائے۔ حضرت حقانی صاحب اور تمام اہلِ مجلس سے ملے۔ حضرت مولانا صاحب نے حقانی صاحب سے استفسار فرمایا: آپ ڈاکٹر صاحب سے پہلے مل چکے ہیں؟ حقانی صاحب نے عرض کیا: نہیں یہ پہلی ملاقات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: حضرت مولانا صاحب تو کراچی تشریف لاتے ہیں، تو ملاقات ہوتی تھی۔ حقانی صاحب نے فرمایا: جی ہاں! استاد جی آپ کی ساری محبتیں سنایا کرتے تھے۔

ختم بخاری کا اہتمام: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا محمد یوسف شاہ اور نوجوان اساتذہ سے فرمایا: کہ تمام طلباء کو دارالحدیث میں جمع ہوجائیں تاکہ وہ بھی ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کریں اور استفادہ بھی۔ چند منٹ میں تمام طلباء دارالعلوم کے دارالحدیث میں جمع ہوگئے۔ حضرت مولانا صاحب' ڈاکٹر صاحب، حضرت حقانی صاحب دیگر علماء اور شریک مجلس حضرات دارالحدیث تشریف لے گئے۔ مہمان سٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت الاستاد مولانا سمیع الحق صاحب مسندِ حدیث پر۔ حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ :

''بخاری شریف کے ختم کا مصائب پریشانیوں کے وقت اکابر و مشائخ کا معمول چلا آرہا ہے۔ جب سے مدارس و مساجد کے خلاف امریکی عزائم کا پتہ چلا ہے تب سے دارالعلوم میں ختم بخاری کا اہتمام کیا جاتا ہے''۔

آپ سوچیں گے کہ ۵، ۱۰ منٹ میں بخاری شریف کا ختم کیسے ممکن ہے؟ اگر آپ دارالعلوم تشریف لائیں گے اور دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد معلوم کریں گے تو اس سوال کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اسلئے کہ بخاری شریف کے دونوں جلدوں کے صفحات تقریباً ساڑھے گیارہ سو (۱۱۰۰) ہے اور دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد ہے اور ہر ایک کا اپنا رول نمبر ہے۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کے اعلان و ہدایت کے مطابق ہر طالب علم نے اپنے رول نمبر کے صفحے کی تلاوت کی اور جو طلباء رہ گئے انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔

پانچ‘ دس منٹ میں بخاری شریف کا ختم مکمل ہوا تو حضرت مولانا کے اصرار پر شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتہم نے دُعا فرمائی۔ دُعا کے بعد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ مدظلہٗ کے صاحبزادے مولانا قاری عطاء اللہ شاہ تحسینی نے تلاوت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کا استقبالیہ خطاب:

تلاوتِ کلام پاک کے بعد حضرت مولانا صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے طلباء سے فرمایا:

''ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے درمیان بزرگ دیدہ‘ حضرات اکابرینِ دیوبند کی تاریخ سے باخبر شخصیت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی علم وادب‘ ریسرچ و تحقیق کی اشاعت میں گزر رہی ہے۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک اکیڈمی کا کام کر رہے ہیں۔ بہت بڑے محقق ہیں، مگر اب سب کچھ سے لاتعلق ہو کر تاریخ وسوانح پر کام کر رہے ہیں۔

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے مسلک کا سرچشمہ ہندوستان سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند سے تجدید دین کا کام لیا ہے۔ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مجددین کو جمع کیا ہے، وہ حضرات جن سے اللہ نے تجدید دین کا کام لیا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی یہاں (دارالعلوم حقانیہ) تشریف لائے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی فرمایا:

''اللہ تعالیٰ دین کے تجدید کا کام کبھی افراد سے لیتے ہیں اور کبھی کسی ادارہ سے۔ الحمدللہ دارالعلوم دیوبند جامع المجددین ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے مجددین پیدا کئے''۔

دارالعلوم دیوبند کا مسلک کتاب وسنت ہے اگر یہ نہ ہوتا تو دین بدعت ورواجات کی وجہ سے مٹ جاتا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے تربیت کے نتیجے میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے انگریز کے خلاف پہلا جہاد کیا۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ لمبے راستوں سے افغانستان اور وہاں سے سرحد ڈھائی تین ماہ کا سفر انتہائی سخت سفر طے کیا۔ آغاز جہاد اکوڑہ خٹک سے ہوا۔ ۷۰ وہ حضرات اکوڑہ خٹک میں شہید ہو گئے جن کا تعلق ہندوستان سے تھا اور جن کی فہرست سید احمد شہید نے اپنے ایک مکتوب میں لکھ کر بھیجی جس کی تفصیل تاریخ دعوت کے باب جنگ

اکوڑہ میں مذکور ہے۔ دارالعلوم کے متصل درختوں کی جھنڈ ہے یہاں بھی چند مدفون ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ جہاد میں شریک بڑے بڑے لوگ تھے۔ ان میں ایک شہزادہ تھے، وہ بہت سخت بیمار تھے۔ شاہ صاحب سول جہاد کے لئے نوجوانوں کا انتخاب فرمارہے تھے تو اس شہزادے کو بیماری کی وجہ سے لسٹ سے نکال دیا کہ یہ معذور ہے۔ وہ چیخ چیخ کر رونے لگے کہ آپ مجھے محروم کررہے ہیں، جب کہ یہ صدیوں بعد جہاد ہے ان کے اصرار پر شاہ صاحب نے انہیں شریک فرمایا۔ شیدو کے قریب لڑائی ہوئی اور اس میں وہ شہید ہوگئے، وہیں ان کا مزار ہے۔

غرض حضرت شاہ صاحب بالاکوٹ پہنچے اور غداروں کی وجہ سے وہاں شہید ہوگئے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتابوں ''شہدائے بالاکوٹ' سیرت سید احمد شہید'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریک یہاں ختم نہیں ہوئی۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی' شیخ الہند مولانا محمود الحسن' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نے انکے مشن کی تکمیل کی اور انگریزوں کو برصغیر پاک و ہند سے نکلنے پر مجبور کیا۔ ہمارے اکابر کے سامنے صرف انگریز دشمن نہیں تھا، اگر ایک طرف انکا مقابلہ انگریز کیساتھ تھا تو دوسری طرف وہ سکھوں' ہندوؤں اور آریہ سماج کے محاذ پر بھی موجود ہوتے۔ دینِ اسلام پر انکے اعتراضات کا عقلی' نقلی رد فرماتے۔

یہ سنہری تاریخ 'سلسلۃ الذہب ہمارے علم میں نہیں۔ یہ علوم ہم تک ایسے نہیں پہنچے اس کی پشت پر جو تاریخ ہے اس سے واقفیت ضروری ہے۔ اس تاریخ کی بڑی ترجمانی حضرت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری حفظہ اللہ کررہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب وہ پہلے شخص ہیں جن سے اللہ نے اتنا عظیم کام لیا۔ صرف مولانا ابوالکلام آزاد پر آپ نے سو مقالات و کتابیں لکھیں ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی ڈائری ۸ جلدوں میں جن کے صفحات ۷۰۰۰ سے زائد ہیں' مرتب کی۔ ''برصغیر کی شرعی حیثیت' حضرت شیخ الہند ایک سیاسی مطالعہ' ابوحنیفہ ہند مفتی کفایت اللہ ایک سیاسی مطالعہ' مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی پر اور تحریک آزادی کے دیگر اکابر و مشاہیر پر کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے اور آپ کے مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی ہے کہ آپ بھی ان سے مستفید ہوجایئے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دارالعلوم دیوبند کی وجہ سے ہندوستان انگریزی سامراج کا جنازہ نکلا، روسی سامراج کا جنازہ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ سے نکلا۔ مولانا جلال الدین حقانی' حضرت شیخ الحدیث کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث کی بہت خدمت فرمایا کرتے تھے، نمازیں بھی جلال الدین حقانی پڑھایا کرتے تھے مگر جب روسی سامراج افغانستان پر حملہ آور ہوا' تو حضرت شیخ الحدیث نے تمام محبتوں کے باوجود انہیں میدانِ کارزار کے لئے منتخب فرمایا۔ پھر اللہ کے فضل سے ہزاروں فضلائے حقانیہ میدان میں اُترے آئے اور روسی سامراج کے تخت و تاج کو نیست و نابود کردیا۔ اب فضلائے حقانیہ دنیا کے سب سے بڑے خبیث بزعمِ خود سپر پاور امریکہ کے ساتھ نبرد آزما

ہیں۔ ان شاء اللہ امریکہ کا جنازہ بھی دارالعلوم حقانیہ جو دارالعلوم دیوبند کا ایک چھوٹا سا شاخ ہے' سے ہی نکلے گا۔

میں عرض کر رہا تھا جو جہاد شاہ ولی اللہ نے شروع فرمائی تھی اب بھی جہاد اس کا تسلسل ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اسی حوالے سے گفتگو فرماویں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم. امابعد!

معزز اساتذۂ کرام' عزیز طلباءِ عظام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے ۱۹۷۰ء سے حضرت مولانا (سمیع الحق) مدظلہٗ کی سرپرستی حاصل ہے۔ آج مولانا نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا، مجھے اس پر قطعاً تعجب نہیں ہوا، اس لئے کہ ہمارے بزرگوں کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے اور اسی طرح وہ اپنی چھوٹوں کی ہمت افزائی فرماتے ہیں اور حوصلہ بڑھاتے ہیں۔

۱۹۸۶ء کے فسادات میں جب میرا گھر جلایا گیا تو اس موقع پر مولانا جب خود اکوڑہ سے کراچی تشریف لائے تو میرے غریب خانہ آکر اپنی شفقت و محبت سے نوازا۔ آپ یقین جانئیں آج یہاں پہنچ کر جب دارالعلوم حقانیہ کو دیکھا' یہاں کے کاروبارِ علم و تہذیب' تعلیم و تربیت اور مختلف شعبہ جات کو اور اس کے عمارات کو دیکھا، کمپیوٹر لیبارٹری دیکھی تو بہت افسوس ہوا۔ افسوس اس بات پر ہوا کہ اپنی شامِ زندگی میں کیوں یہاں پہنچا، ترقی و عروج، جوانی کے ایام میں آج سے ۲۰ سال قبل کیوں نہیں آیا؟ آج بھی حضرت مولانا کی شفقت و محبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ سب حضرات سننے کے لئے آئے ہیں' مگر یہاں پہنچ کر میرے الفاظ ختم ہوگئے۔

میرے پاس حضرت مولانا کی شکریہ کے لئے الفاظ نہیں۔ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ میں اس میدان کا آدمی نہیں۔ شرمندہ ہوں، کیا بتاؤں ۵۰ سال پر پھیلے ہوئے کام کے متعلق؟

۱۰۰ تک مقالات اور کتابیں مولانا ابوالکلام آزاد پر شائع ہوئیں۔ جمعیت علماءِ ہند اور ان کے تمام صدور پر اللہ نے لکھنے کا موقع دیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری ۷۰۰۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔ ویسے تو میں بہت پہلے سے لکھتا آرہا ہوں' مگر ۱۹۵۷ء میں جب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ دنیا سے رحلت فرماگئے تو پاک و ہند کی فضا میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی جارہی تھی۔ میں نے ان پر مضمون لکھا تو دل و طبیعت میں اطمینان محسوس کیا اور اسے اپنا سب سے پہلا مضمون سمجھتا ہوں۔ دوسرا مضمون مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات کے موقع پر لکھا۔ میں نے اپنے ساتھ عہد کیا ہے کہ وقت کی سیاست میں دخل نہیں کروں گا اور مذہبی بحث و مباحثہ میں کبھی حصہ نہیں لوں گا، بحمداللہ اسی پر قائم ہوں۔

مجھے اپنے ایک بزرگ خواجہ عبدالوحید صاحبؒ جو میرے شفیق تھے' نے نصیحت فرمائی کہ: اپنے کام کے لئے ایک دائرہ مقرر کرو اور پھر اس سے باہر نہ نکلو، اگر تم ایک موضوع پر لکھنا چاہو تو اس کے لئے مطالعہ کروگے اور اس سے

متعلق جملہ مواد کو اکٹھا کرو گے اگر ایک موضوع پر صرف مطالعہ شروع کرو تو اس کیلئے یہ زندگی کم پڑ جائے گی، ہر موضوع پر ہر زبان میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان سب کا احاطہ مشکل ہے۔ تم ایک موضوع پر لکھنا چاہو گے اور اس کے مصادر عربی میں ہوں گے اور تمہارے لئے عربی سے اخذ واستفادہ مشکل ہوگا۔ اردو تراجم کو پڑھو گے، اور تحقیق میں تراجم کی کیا حیثیت ہے؟ یہ آپ خود ہی جانتے ہیں"۔ بس میں نے ان کی نصیحت پر عمل کیا اور ایک دائرہ میں رہ کر اللہ نے یہ کام لیا۔

حضرت مولانا نے مجھے عزت کے مقام پر بٹھایا۔ اساتذہ ومشائخ تشریف فرما ہیں، میری یہ وقعت نہیں کہ ان کے سامنے کچھ عرض کروں، البتہ یہ ہے کہ میں ان کے قدموں میں بیٹھوں اور ان کے جوتے سیدھے کرکے ان سے استفادہ کروں۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ سوالات پوچھیں میں جواب دوں گا، اگر جواب نہ دے سکا تو مجھے معذور سمجھئے گا کہ امام مالک نے بھی بہت سے سوالوں کے جواب میں لاادری فرمایا تھا"۔

اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے سوالات پوچھنا شروع کیے۔ ڈاکٹر صاحب ہر سوال کا تفصیلی جواب دیتے۔ طالب علموں کے سوالات کا جب ڈھیر لگ گیا تو حضرت مولانا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو طلباء کے سوالات سنائے اس کے بعد فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو پھر کبھی زحمت دیں گے، مگر مجھے آپ کے ذوق وشوقِ مطالعہ اور اتنے اہم سوالات کے پوچھنے پر نہایت خوشی ہوئی۔

سٹیج پر دارالعلوم کے اساتذہ ومشائخ شیخ الحدیث مولانا مغفوراللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب نے نائب مہتمم دارالعلوم و نائب صدر وفاق المدارس مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی، مولانا محمد یوسف شاہ، مولانا راشد الحق، مولانا حامد الحق اور دیگر حضرات موجود تھے۔ تقریب کا اختتام حضرت مولانا مدظلہ کی دُعا پر ہوا۔

طلباء حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملے، پھر دارالحدیث ہی میں حضرت مولانا مدظلہ کی امامت میں نمازِ ظہر ادا کی۔ بعد ازاں مہمان حضرت مولانا کی رہائش گاہ چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت حقانی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"میں آپ کے کاموں کو دیکھ کر سمجھ رہا تھا کہ آپ جوان ہوں گے اور آپ کو خط میں بھی سلمہ، لکھا کرتا تھا مگر آپ بھی تو سفید ریش ہیں"۔

حقانی صاحب نے فرمایا: جی ۵۵ سال عمر ہے، بس اللہ کام لے رہا ہے، حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق مدظلہ کی سرپرستی میں سب کچھ ہو رہا ہے"۔

حضرت مولانا صاحب نے فرمایا: مولانا حقانی جب دارالعلوم آئے تھے تو داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ بچہ تھے اس وقت سے میرے ساتھ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں رہتے، میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اللہ نے لوہے کو مسخر کیا تھا اور مولانا حقانی کو تصنیف وتالیف "النا له الحديد" اور النالہ التصنیف"۔

حضرت حقانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ: "آپ نے مکاتیب مشاہیر دیکھ لیں، فرمایا: ہاں!

رات کو انہوں نے دکھائے تھے۔ حقانی صاحب نے فرمایا: استاد جی! بچپن سے یہ مکاتیب جمع کرتے آرہے ہیں، آپ کے بھی بہت سارے خطوط ہیں۔ مولانا عرفان الحق نے ڈاکٹر صاحب کے مکاتیب والی جلد نکالی اور حضرت حقانی صاحب کے حوالہ کیا۔ حضرت حقانی صاحب نے حضرت مولانا مدظلہٗ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تعارفی حاشیہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق بآواز بلند پڑھ کر سنایا۔

''ابوسلمان شاہجہان پوری مصنف، ادیب، صحافی، استاد اور کیا کیا صفات کے حامل گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلہ علم و آگہی اس کے بعد بابائے اردو کے قومی زبان، انجمن ترقی اردو، اور آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی اور ۸۰ء کے اواخر میں مقتدرہ قومی زبان سے منسلک ہوئے۔ مولانا آزاد اور اکابر ہند اساطین جنگ آزادی سے بے حد ذہنی وفکری ہم آہنگی رکھتے ہیں اور ان کے دفاع میں بعض اوقات جارحیت بھی آجاتی ہے۔ مولانا آزاد پر پی ایچ ڈی بھی کیا۔ کتاب وقلم، علم ومطالعہ اور تحقیق وتنقید ہی ان سرمایۂ شب وروز ہے۔ ناچیز سے بے حد محبت اور برادرانہ تعلق اب تک قائم ہے۔''

حقانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ یہ صرف مکاتیب نہیں' بلکہ تقریباً ایک صدی کا علمی' ادبی' تعارفی اور تاریخی ذخیرہ ہے۔ اللہ کرے یہ جلد مکمل ہو کر شائع ہوں۔

آپ کے نام کا یہ شذرہ ''القاسم'' میں بھی شائع ہوا ہے۔ استاد مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہ کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، استاد مکرم علمی، ادبی گفتگو سے محظوظ فرماتے ہیں، یہی علمی، ادبی مجالس ساعتے با اہل حق کے نام سے ''القاسم'' میں شائع ہوتی ہیں۔

مولانا مدظلہٗ کی رہائش گاہ سے حضرت حقانی صاحب، ڈاکٹر صاحب کو جامعہ ابوہریرہ لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا مدظلہٗ بھی جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے۔ جامعہ ابوہریرہ کے کتب خانے کے وسیع ہال میں پہلے ڈاکٹر صاحب نے اور پھر حضرت مولانا مدظلہٗ نے جامعہ کے اساتذہ وطلبہ سے خطاب فرمایا۔

احقر نے کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور حضرت مولانا مدظلہٗ کی کوئی بات لکھنے سے نہ چھوٹے مگر پھر بھی قوی امکان ہے کہ ضرور رہ گئی ہوگی۔ اس لئے احقر نے صرف اشارات لکھے تھے اور بعد میں اسے پھیلا دیا۔ لہٰذا کمی و کوتاہی کو احقر کی طرف سے منسوب کیا جائے نہ کہ حضرت مولانا مدظلہٗ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف۔ بہرحال حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور مادر علمی میں چند بیتے ہوئے ساعات اپنے لئے سعادت اور سرمایہ حیات سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو تا قیام قیامت شاداب وآباد رکھے۔ (امین)